چو تیغ اندر نیام از کاری ماند — فراواں فتنہ بے آزاری ماند
پرید از صدمۂ شاہی نفت بش — ز پردہ روئے بنمود آفتابش
چناں میراندزور مادہ شیراں — کہ حامل می شد از روے دلیراں
سہ سالے کش قوی بدپنجۂ وشت — کسے بر حرفِ او ننہاد انگشت
چہارم چوں زکار او ورق گشت — بروہم خامۂ تقدیر بگزشت

مؤرخین نے لکھا ہی کہ سلطان شمس الدین التمش کے لڑکے شراب نوشی اور ہوا پرستی میں مبتلا تھے لیکن ان کے برخلاف رضیہ خاتون نہایت حافظہ اور دُور اندیش تھی قرآن شریف تجوید کے ساتھ پڑھتی اور ضروری علوم وفنون میں کافی مہارت رکھتی تھی۔ ملکی معاملات میں وقتاً فوقتاً باپ کو نہایت مفید مشورے دیا کرتی تھی۔ اس لئے سلطان نے وفات سے پہلے اُس کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

معزالدین بہرام شاہ کی نسبت کہتے ہیں ؎

رواں شد اں پس از حکم الٰہی — نگین سکۂ بہرام شاہی
سہ سال او نیز اندر عشرت وجام — نشاطے راند چوں پیشینہ بہرام
بروہم کرد بہرام فلک زور — شد آں بہرام نیز اندر دلِ گور

بہرام شاہ کی سہ سالہ حکومت کا خلاصہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہی جو حضرت امیر نے صرف ایک شعر میں لکھ دیا ہی۔

سلطان ناصر الدین محمود کی نسبت لکھتے ہیں ؎

بہ محمودی شہ روئے زمیں گشت | بگیتی ناصرِ دنیا و دیں گشت
بسا لے بیست زاوجِ پایۂ خویش | جہاں میداشت اندر سایۂ خویش
عجب عہدے ہمہ در کامرانی | بہر خانہ نشاط و شادمانی
شہے در ذاتش ازیزداں شکوہے | ہم از سنگ وہم از گوہر چو کوہے
خود او مستغرقِ کارِ الٰہی | بامر شش بندگاں در کارِ شاہی

سلطان ناصر الدین محمود نہایت نیک سیرت اور عابد و زاہد اور پرہیزگار اور عدالت شعار بادشاہ گزرا ہے۔ قرآن مجید کی کتابت کرکے اُس کی اُجرت سے اپنا خرچ چلاتا اور شاہی خزانہ سے کچھ نہ لیتا تھا۔ تمام ملکی اور قومی مہمات غیاث الدین بلبن کے سپرد کرکے خود عبادت و ریاضت میں مصروف رہتا تھا۔

علاء الدین خلجی جب اپنے چچا اور مُربّی اور خسر سلطان جلال الدین فیروز شاہ کو دھوکے سے قتل کرکے دہلی کی طرف بڑھا اور لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کی غرض سے بے تحاشا زر پاشی شروع کی (جس کے حالات ضیا، برنی نے نہایت تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں) تو بے شمار مخلوق اور اُمرا سلطنت اُس کے گرد جمع ہو گئے اس واقعہ کو حضرت امیر نے اس طرح پر لکھا ہے کہ واقعیت کا کوئی پہلو ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے

ازاں پس با شکوہِ لشکر و پیل | رواں شد فتحِ دہلی را بتعجیل
خزاین ریز شد منزل بمنزل | ز زر کردہ کلید کارِ مشکل

ملوک از پیش مے آمد خریدہ — ز زرمیشد غلام زرخریدہ
نہ شد گردن کش از وے کس بعصیاں — کہ بودش طوقِ زر در گردنِ جاں
بہر منزل بہ پیشِ تخت تا دُور — نشاندہ گنجہا بے منع گنجور
چو با دہلی بفتح اُفتاد کارش — گرفت از منجنیقِ زر حصارش
زعشقِ زر بدہلی خاصہ و عام — بعبرہ چون را در بندِ آشام
چو زر را زہر طرف آوازی داد — دواں لبیک گویاں خلق چوں باد

سلطان جلال الدین فیروز شاہ کے واقعۂ شہادت کے بعد دہلی میں اُس کا بیٹا رکن الدین ابراہیم تخت سلطنت پر بٹھایا گیا۔ لیکن علاء الدین کی زر ریزی کی افواہیں سُن کر اُس کے تمام اراکینِ سلطنت اُس کو چھوڑ کر علاء الدین سے جا ملے اور آخر کار رکن الدین کو تخت چھوڑ کر ملتان کی طرف بھاگ جانا پڑا دیکھو اس واقعہ کو کس خوبی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

بدہلی نیز در مسند بہ تعظیم — شرف نو کردہ رکن الدین براہیم
ملوک و خاں ز اندازہ بروں بود — کہ ہر یک تختِ دہلی را ستوں بود
اگرچہ بود تختش را ستو نے — کز انبوہِ ستوں بُد بے ستو نے
ز بانگِ زر کہ در رقص آورد پاے — برقص آمد ستونہا جملہ از جاے
ستونہا چوں سوئے تختِ دگر راند — ز ارکاں تختِ رکنی بے ستوں ماند
ز جا جنبش درآمد رکنِ بے زور — برفت آں رکن و ارکاں گشت پُر شور

سلطان قطب الدین مبارک شاہ کے حکم سے جب خضر خاں قتل کیا گیا تو اسی کے ساتھ

شادی خاں اور شہاب الدین عمر بھی مقتول ہوئے۔ شہاب الدین عمر کو جس کی عمر صرف سات سال کی تھی ملک کافور نے نمونہ کے طور پر چند روز کے لئے تخت پر بٹھایا تھا۔ اس بات کو حضرت امیر خسرو نے نہایت لطیف پیرایہ میں ظاہر کیا ہے ؎

غرض چوں خضر خورد آں شربت جور — ہماں مے خورد شادی خاں ہم از دور

شہابے کز سریرش بو گردے — چشید او نیز ازاں جو آبخورے

یعنی شہاب الدین عمر جس کا قصور صرف اتنا تھا کہ تخت کی کچھ گرد اس کے دامن پر پڑ گئی تھی وہ بھی خضر خاں کے ساتھ تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔

واقعہ نگاری فرضی واقعات میں

یہ نمونے جو اوپر درج کئے گئے ہیں ان سے ناظرین کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ تاریخی واقعات کے بیان میں حضرت امیر خسرو کی قادر الکلامی اور واقعہ نگاری کا درجہ کس قدر بلند ہے۔ اب چند نمونے فرضی واقعات کے بھی ملاحظہ ہوں۔

ایک راز دار کے ذریعہ سے خضر خاں کا خط نہایت مخفی طور پر دولرانی کے پاس پہنچتا ہے اور وہ اُس کو پڑھتی ہے ؎

چو آمد آں سوادِ خضر خانی — نہانی تر ز آبِ زندگانی

بہ پیچا پیچ شوق آں نقشِ خامہ — صنم میخواند و مے پیچید نامہ

بروں بُد حرفِ نامہ بر زبانش — دروں چوں نامہ مے پیچید جانش

گہے با عجز و گہ با ناز می خواند — گہے پست و گہے ز آواز می خواند

سرش می بست و دیگر باز میکرد　　چو پایاں شد ز سر آغاز میکرد
گہے بر دل گہے بر دیدہ مے سود　　گہے بر جانِ محنت دیدہ مے سود
فتاں خیزاں نہ صبرے و نہ تابے　　چو مصروعی کہ ناگہ بیند آبے
بدست از ماجرائے راستینش　　رقیبِ گریہ گشتہ آستینش
بدستش آتش و در آستیں آب　　بدیں آب ایمنی بودش ازاں تاب
نہاد آں نامہ پس بر دلِ خویش　　کہ آں کاغذ کشد آزارِ آں ریش

گوالیار کے قلعہ میں خضر خاں اور دولرانی قید کا زمانہ کیونکر بسر کرتے تھے ۵

بتنگیں قلعہ در پیغولہ تنگ　　نہاں بنشستہ چوں یاقوت در سنگ
دراں تنگی زغم دل تنگ مے بود　　دراں کوہِ گراں بے سنگ مے بود
چکاں ہر دم ز چشمش لعلِ رخشاں　　غمے بر سینہ چوں کوہِ بدخشاں
زغم جانش اگرچہ در بیدادے بود　　ولے بر روئے جاناں شادے بود
ہم او یار و ہم او مونس ہم او دوست　　ہم او جان و ہم او مغز و ہم او پوست
شب و روزاں مہ و زہرہ بہم قد　　ہمے بودند با ہم چوں دو فرقد
دو یکدم ہمچو جوزا رُخے در رُخے　　بُدندی یک دگر دلدار و دلجے
گہے او پیشِ ایں صد ناز کردے　　گہے ایں بر لبِ او گاز کردے
گہ او بازو کشادے ایں خزیدے　　گہ ایں گیسو سپردے او کشیدے
گہ او سر در کنارِ ایں نہادے　　گہ ایں در زیرِ پائے او فتادے

دراں زنداں براں دو ماہِ پرسوز — بدیں حیلہ بسر می شد شب و روز

خضر خاں کے قتل کا سین بھی حضرت امیر نے نہایت دردناک اور موثر پیرایہ میں دکھلایا ہے دونوں شاہزادے مشکیں کسے سامنے لائے جاتے ہیں ملک شادی اپنے آدمیوں کو قتل کے لئے اشارہ کرتا ہے مگر کسی کو جرأت نہیں ہوتی کہ آگے بڑھکر وار کرے۔ آخرکار ایک نیچ قوم کا ہندو آگے بڑھتا ہے اور اس لعنت انگیز کام کو انجام دیتا ہے

غرض کس بر ابرایشاں چوں نشد رائے (ق) — کہ گردد تیغِ خوں را کارفرمائے

بجنبید از میاں چوں تند بادے — فروتر نسبتے ہندو نژادے

ستنبہ صورتے آہرمن آثار — ہزار آہرمن از رویش بزنہار

غم افزائے چو عیشِ تنگ حالاں — کثر اندیشے چو عقلِ خردسالاں

چو بومِ نو بدیدن شوم بہرے — چو صبحِ دے بغزنیں سرد مہرے

چو شامِ غم جبینے محنت آمیز — چو خوئے بد طریقے لعنت انگیز

درازش سبلتے پیچیدہ در گوش — ز سبلت کردہ او را حلقہ در گوش

بیک سر زاں صفِ سرہنگاں بروں جست — تو گوئی خواہد از نے موجِ خوں جست

ز راہِ مہر دامن درکشیدہ — بخونریز آستینہا برکشیدہ

ز فرماینده تیغِ گوہریں جست — کشید و کرد داماں قبا چست

برآمد گردِ آں سروِ گرامی — کہ از سرسبزیِ خود بود نامی

شہادت خواست از خضر اندراں کاخ — چو تیغِ درخت از سبزیِ شاخ

سیاست را فلک زاری ہمیکرد | شہادت را ملک یاری ہمیکرد
در فردوس رضواں باز کردہ | ہمہ حوراں درود آغاز کردہ
ازاں بانگِ شہادت کا مد از شاہ | شہادت گوے شد ہم مہر و ہم ماہ
چو بر شد خنجر و سہ جعد بر داشت | دراں منظر فغاں چوں رعد بر داشت
سپر میکرد خورشید از تنِ خویش | ولے تقدیر یکسو کردش از پیش
کند تیغِ قضا چوں قطعِ امید | نہ مہ داند سپر کردن نہ خورشید
بیک ضربت کہ آں نامہرباں کرد | سرِ شہ در کنارش میہماں کرد

تشبیہات اور استعارات | تشبیہ اور استعارہ شاعری کے بہت بڑے رُکن ہیں۔ تشبیہوں میں جس قدر جدت اور طرفگی زیادہ ہوگی اُسی قدر کلام کا رُتبہ بلند تر ہوگا۔ یہی وجہ ہو کہ ممتاز اور قادر الکلام شعرا عام اور مبتذل تشبیہوں کا استعمال نہیں کرتے بلکہ نئی تشبیہوں اور نئے استعاروں سے اپنے اشعار کو زینت دیتے ہیں۔ حضرت امیر خسرو نے اس مثنوی میں اکثر نہایت لطیف تشبیہیں لکھی ہیں اگرچہ کسی تشبیہ کی نسبت یہ دعویٰ کرنا مشکل ہو کہ وہ کسی خاص شاعر کی ایجاد ہے اور اُس سے پہلے کبھی نہیں لکھی گئی۔ چند نمونے ناظرین کے ملاحظہ کے لئے یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

آسماں کی غداری اور مکاری ایک ایسا پامال مضمون ہے جو ہزاروں طریقوں سے کہا جا چکا ہو مگر حضرت امیر خسرو اس کے لئے ایک نیا اسلوب پیدا کرتے ہیں۔ وہ آسمان کو ایک ٹھگ اور چاند سورج کو اُس کی روٹیوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔

دو قرصی کاندریں بالا و شیب اند | چونانِ کیسہ بُرمردم فریب اند
فریبِ آسماں خوردن نباید | بجز گر گرت از سر و گردن نباید

چاند سُورج کی تشبیہ سپر کے ساتھ ملاحظہ ہو ؎

سپر میکرد خورشید از تنِ خویش | ولے تعدیر یکسو کردش از پیش
کند تیغِ قضا چوں قطعِ اُمید | نہ مہ داند سپر کردن نہ خورشید

تشبیہ کی اقسام میں تشبیہ مرکب نہایت مشکل چیز ہے جس میں چند چیزوں کی مجموعی حالت کو دوسری مجموعی حالت کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے سوائے مشاق ماہرین فن کے تمام شعرا کو اس میں بہت کم کامیابی ہوتی ہے۔ امیر خسرو نے خصوصیت کے ساتھ اس قسم کی تشبیہیں نہایت ہی عمدہ لکھی ہیں۔

دولرانی قصر لعل میں بھیجدی گئی ہے اُس موقع پر خضر خاں کی زبان سے فرماتے ہیں ؎

بقصرِ لعل آں دلخواہ چوں ست | شفق چوں ست ودر وے ماہ چوں ست

سردی کی شدت میں فرماتے ہیں ؎

قصب پوشی کہ بر یاری رسیدہ | بہ بر۔ چوں شکر اندر نے خزیدہ
بر آتش دستہا در کوے و منزل | چو مشتاقے کہ دارد دست بر دل

خضر خاں کی شادی میں جب موتیوں کی بکھیر ہوئی وہاں ان کی کثرت اور بیقدری

اس طرح بیان کرتے ہیں ؎

گہرہائے کہ ہر یک راز اُمید | بصد خونِ جگر پرورد خورشید
فتادہ ہر طرف بے قیمت و خوار | چو آبِ چشمِ عاشق بر در یار

بعض اوقات حضرت امیر خسرو عام اور مبتذل تشبیہوں کو ایسے نئے اسلوب سے لکھتے ہیں کہ ان میں عجب دلکشی اور دلاویزی اور طرفگی پیدا ہو جاتی ہے جو کسی نئی تشبیہ میں بھی مشکل ہی سے ہو سکتی ہے ؎

بآبِ دیدہ غم پر داخت نتواں | کزیں لولو مفرح ساخت نتواں

مشہور یہ ہے کہ رونے سے جی ہلکا ہو جاتا ہے مگر حضرت امیر فرماتے ہیں کہ آنسو بلاشبہ موتی تو ہیں مگر ان سے معجون مفرح تیار نہیں ہو سکتی۔

زحل چوں ہندوا زرہ خاک می رفت | فلک بر وے ہر اک اللہ مگفت

زحل کی تشبیہ ہندو کے ساتھ بہت عام ہے مگر آسمان کے ہر اک اللہ کہنے سے اس میں طرفگی پیدا ہو گئی۔ ہر اک اللہ ایک ایسا سلام ہے جو ہندوستان میں صرف ہندوؤں کے لیے مخصوص سمجھا جاتا ہے۔

چکاں ہر دم ز چشمش لعلِ رخشاں | غمے بر سینہ چوں کوہِ بدخشاں

خونیں آنسوؤں کی تشبیہ لعل کے ساتھ معمولی ہے لیکن غم کو کوہِ بدخشاں کے ساتھ تشبیہ دے کر اس میں زیادہ لطف پیدا کر دیا ہے۔

ز گوہر نازنیناں را تہ پائے | شدہ اندر آبلہ پائے گہرسائے

یعنی موتیوں پر چلتے چلتے محل کی عورتوں کے پاؤں میں آبلے پڑ گئے یا یہ کہ وہ موتی ان کے نیچے بمنزلہ آبلے کے تھے۔

چند استعارے بھی قابل ملاحظہ ہیں ؎

تو گوئی گردش از تیغ کشیدہ — بگرد لالہ سوسن ہا دمیدہ

بفرمانِ مہ پوشیدہ تمثال — رواں شد زہرہ و پروین بدنبال

رواں سیارۂ پراں تراز طیر — بسوئے شمس والا شد بیک سیر

مشاطہ پردہ را از پیش برداشت — ستارہ ز آفتابِ خویش برداشت

آخر کے دو شعروں میں صنعت ایہام ہے۔

ہندوستان

حضرت امیر خسرو کی شاعری کی ایک بہت بڑی اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے اپنے تمام تصانیفِ نظم و نثر میں ہندوستان کی نسبت بہت زیادہ لکھا ہے۔ میرے نزدیک اگر غور سے دیکھا جاوے تو ان کا کلام عہد خلجی بلکہ کسی قدر اُس کے ماقبل اور مابعد زمانہ کی ایسی صحیح اور مستند تاریخ ہے کہ موجودہ کتب تواریخ منفرداً یا مجتمعاً صحت اور استناد کے لحاظ سے اُس کا کسی طرح مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ حضرت امیر کی تاریخی تصانیف عام طور پر کچھ زیادہ مقبول نہیں ہوئیں اس کا اصلی راز وہ عام بد مذاقی ہے جو چند صدیوں سے ہندوستان پر چھائی ہوئی ہے جن کتابوں میں

لفاظی صنائع و بدائع لفظی و معنوی اور ضلع جگت کا عنصر زیادہ ہوگا اُسی نسبت سے ان کو عام مقبولیت حاصل ہوگی یہی وجہ ہے کہ قران السعدین اور اعجاز خسروی متعدد بار چھپ چکی ہیں۔ قرآن السعدین ایک عرصہ دراز تک داخل درس رہی اور اُس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں اور اس وقت ان کے ہزارہا قلمی نسخے ہندوستان کے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں لیکن دولرانی خضر خاں اور نہ سپہر کو یہ بات حاصل نہ ہوسکی اس لئے کہ یہ کتابیں عام مذاق سے بالاتر تھیں کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ تمام ہندوستان میں نہ سپہر کے تین چار نسخوں سے زیادہ نہ مل سکے اور تغلق نامہ تو بالکل ہی مفقود ہوچکا ہے۔

مگر مجھے اُمید ہے کہ اس قسم کی کتابوں کی مقبولیت کا اب زمانہ آگیا ہے۔ مغربی علوم اور مغربی ادبیات کے اثر سے ہندوستان کے علمی و ادبی ذوق میں صاف طور پر تبدیلی محسوس ہونے لگی ہے اور ایک ایسا وسیع حلقہ اُدبا کا پیدا ہوگیا ہے جہاں اس قسم کی تصانیف یقیناً قدر کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔

مثنوی دولرانی خضر خاں کی ایک ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ اُس میں ہندوستان کی تواریخ و جغرافیہ تہذیب و تمدن اور رسم و رواج کی نسبت نہایت قیمتی معلومات کافی تفصیل کے ساتھ ملتی ہیں۔ شروع مثنوی میں ایک باب ہندوستان کی اسلامی تاریخ پر لکھا ہے۔ اس میں سلاطین اسلام کا پورا سلسلہ سلطان معزالدین سام سے شروع کرکے جو دہلی میں اسلامی سلطنت کا بانی ہوا ہے سلطان علاءالدین خلجی تک ملا دیا ہے۔ اس کے بعد علاءالدین خلجی کی فتوحات جو اُس کو مغلوں پر حاصل ہوئیں اور سرداران مغل کی گرفتاری

اور مغلوں کے حملوں کے دائمی سد باب کو بیان کیا ہے۔ اور پھر ان فتوحات کا ذکر ہے جو علاء الدین کو چتوڑ، رنتھنبور، گجرات، مانڈو، سمانہ، تلنگانہ، معبر، مرہٹ اور پوری میں حاصل ہوئیں۔ اور ان امور کی نسبت واقعات کے سلسلے اور دیگر عنوان کے تحت میں جستہ جستہ اشارہ کیا جاچکا ہے اور اس موقع پر یہ اجمالی یاددہانی کافی ہے۔ خلجی عہد کے اسلامی تہذیب، تمدن اور رسم و رواج کے متعلق بھی کافی تفصیل خضر خانی شادی کی داستان کے ضمن میں کی جاچکی ہے۔ البتہ ہندوستان کے متعلق بعض متفرق باتیں باقی رہ گئی ہیں جن کی نسبت میں ناظرین کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں:۔

اسلام کا غلبہ اور اس کی یکساں رونق تمام ہندوستان میں

تاریخ اسلامی کی تمہید میں حضرت امیر خسرو لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمان بادشاہوں نے اسلام کی اشاعت کی اور علمائے باعمل کی بدولت آج دہلی کو دارالعلم بخارا کا مرتبہ حاصل ہے۔ زبردست کافر اور ان کا کفر پامال ہوچکا۔ اور غزنیں سے ساحلِ دریائے شور تک مذہب اسلام ایک حالت اور یکساں رونق کے ساتھ پھیلا ہوا ہے۔ نہ یہاں عیسائیوں یہودیوں اور آتش پرستوں کا وجود ہے اور نہ کہیں خارجیوں اور معتزلوں کا پتہ لگتا ہے بلکہ اس تمام رقبہ میں جس کی حدیں اوپر مذکور ہوئیں سوائے حنفیوں کے دوسرے مذہب کا آدمی نہیں دیکھا جاتا ہے

خوشا ہندوستان و رونقِ دیں — شریعت را کمالِ عز و تمکیں
زعلمِ باعمل دہلی بخارا — زشاہاں گشتہ اسلام آشکارا

تمامی کشور از تیغ غزا کار | چو خارستاں ز آتش گشتہ بیکار
زمینش سیر خورد آب شمشیر | فروخفتہ غبار کفر در زیر
زبردستانِ ہند و گشتہ پامال | فرودستاں ہمہ در دادن مال
بدیں عزت شدہ اسلام منصور | بداں خواری سرانِ کفر مقہور
بذمہ گر نبودے رخصتِ شرع | نماندی نام ہندو ز اصل تا فرع
ز غزنیں تا لبِ دریا دریں باب | ہمہ اسلام بینی بر یکے آب
نہ زاں رہ دیدہ زاغانِ گرہ گیر | ہمہ در کیش احمد راست چوں تیر
نہ ترسائی کہ از ناترسگاری | نہد بر بندہ داغِ کردگاری
نہ از جنس جہوداں جنگ و جوریت | کہ از قرآں کند دعوی تبوریت
نہ مغ کز طاعتِ آتش شود شاد | وزو باصد زباں آتش بفریاد
مسلمانانِ نعمانی روش خاص | ز دل ہر چار آئیں را با خلاص
نہ کیں با شافعی نے مہر با زید | جماعت را و سنت را بجاں صید
نہ زاہلِ اعتزالے کز فنِ شوم | ز دیدارِ خدا کردند محروم
نہ آں سگ خارجی کز کینہ سازی | کند با شیرِ حق روباہ بازی

ہندوستان کی زبان اور اس کی ترجیح دیگر زبانوں پر

ہندی زبان کی نسبت حضرت امیر خسرو فرماتے ہیں کہ جو شخص علم کا مدعی ہے اُس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہندی زبان فارسی سے کم نہیں ہے۔ بلکہ سوائے عربی زبان کے جو تمام زبانوں پر

حکمراں ہی باقی اکثر زبانوں پر اُس کو ترجیح حاصل ہی۔ عربی کی خصوصیت یہ ہی کہ اُس میں اجنبی الفاظ کی آمیزش نہیں ہو سکتی اور فارسی میں یہ نقص ہی کہ اُس میں عربی الفاظ کی آمیزش ناگزیر ہی ؎

غلط کردم گر از دانش زنی دم	نہ لفظ ہندی ست از پارسی کم
بجز تازی کہ میر ہر زبان ست	کہ بر جملہ زبانہا کامران ست
دگر غالب زبانہا در رے و روم	کم از ہندی ست شد ز اندیشہ معلوم
عرب در گفت دارد کارِ دیگر	کہ نامیزد درو گفتارِ دیگر
بنقصان ست لفظِ پارس درخورد[لہ]	کہ بے آچار تیزی کم تواں خورد
چو آں صافی وش و ایں دُردناک ست	تو گوئی کیں جسد واں جانِ پاک ست
جسد را مایۂ گنجد زہر ساں	نہ گنجد از لطافت ہیچ در جاں
نہ زیبد جفت کردن ہمسری را	عقیقے از یمن دُرِّ دری را
بہین دولت ز گنجِ خویش صرف ست	متاعِ عاریت عاری شگرف ست
زبانِ ہند ہم تازی مثال ست	کہ آمیزش دراں جا کم مجال ست

آخری شعر سے ثابت ہوتا ہی کہ اُس وقت تک ہندی زبان میں فارسی الفاظ کی آمیزش بالکل نہیں ہوئی تھی یا بہت ہی کم ہوئی تھی۔

ہندی صرف و نحو | ہندی صرف و نحو کے اصول و قواعد عربی کی طرح منضبط ہیں

لہ درخورد بمعنی سزاوار و شایاں۔ آچار بمعنی آمیزش۔ تیزی امالہ تازی بمعنی عربی اور کم تواں خورد بمعنی نمی تواں خورد۔

گر آئینِ عرب نحوست دگر صرف | ازاں آئیں دریں کم نیست یک حرف
کسے کیں ہر سہ دکاں راست صراف | شناسد کیں نہ تخلیط است و نے لاف

معانی | ہندی زبان معانی اور خیالات کے اعتبار سے بھی دوسری زبانوں سے کسی طرح کم نہیں ہے

دگر پرسی نیایش از معانی | دراں نیز از دگرہا کم ندانی
اگر از صدق و انصافت دہم شرح | حدِ ہندی کنی گفتارِ من جرح
دراں ایم بسوگندے زبانے | کہ داند باورم داری و یانے
ولے من کاندریں نقدِ مہیا | بیک قطرہ شدم مہمانِ دریا
زقطرہ در چشیدن گشت معلوم | کہ مرغِ وادی ست از دجلہ محروم
کسے کز گنگِ ہندستاں بود دور | زنیل و دجلہ لافد ہست معذور
چو در چیں دید بلبل بوستاں را[1] | چہ داند طوطیِ ہندوستاں را

ہندوستانی کپڑے کی فوقیت | حضرت امیر خسرو کے عہد میں جو بیش بہا ریشمی کپڑا ہندوستان میں عام طور پر مشہور اور مقبول تھا اُس کا نام دیوگیری ہے۔ چونکہ وہ دیوگیر میں بنتا تھا اس لئے اس نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ دیوگیر دکن میں ایک تاریخی شہر ہے جو اس وقت دولت آباد کے نام سے مشہور ہے۔ غالباً سلطان تغلق کے زمانہ سے اُس کا

---

[1] یہ را اضافی ہے اور بلبل بوستاں مفعول ہے اور فاعل دید کا محذوف سمجھنا چاہیئے اور را کو علامت مفعول مانا گیا تو بلبل بوستاں میں فک اضافت تسلیم کرنا پڑے گا جو ایک حد تک معیوب ہے

یہ نام مشہور ہوا ہے۔ اس کپڑے کی تعریف میں حضرت امیر فرماتے ہیں ؎

نکو دانند خوبانِ پری کیش		کہ لطفِ دیو گیری از کتاں بیش
ز لطف آں جامہ گوئی آفتابیست		و یا خود سایہ یا ماہتابیست

پان | پان کی نسبت فرماتے ہیں کہ خراسانی جن کو اہل ہند گنوار اور احمق سمجھتے ہیں پان ان کے نزدیک گھاس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا ؎

خراسانے کہ ہندی گیردش گول		خسے باشد بہ نزدش برگِ تنبول
شناسد آنکہ مرد زندگانیست		کہ ذوقِ برگ خائی ذوقِ جانیست

آم اور انجیر | اس بحث کے خاتمہ میں یہاں کے آم کو دیگر ممالک کے انجیر پر ترجیح دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میں ہندوستان کی چیزوں کی تعریف اور ترجیح میں بیجا طرفداری سے کام نہیں لیتا۔ جو لوگ منصف مزاج اور تجربہ کار ہیں اور جنھوں نے دنیا کے ممالک کو غور کے ساتھ دیکھا ہے وہ میری بات کی تصدیق کریں گے۔ مگر بے انصافوں سے یہ مطلب نہیں نکل سکتا اس لئے کہ اندھی عورت تو بصرہ کو شام سے بہتر بتائے گی اور جو شخص اپنے ملک کی طرفداری کرے گا وہ ہمارے ملک کے آم کو انجیر سے کم درجہ بتائے گا۔ حقیقت میں ہندوستان جنت نشان ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو آدمؑ اور طاؤس بہشت سے نکل کر یہاں کیوں اتارے جاتے۔ اس مضمون کے بھی چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

دریں شرح و بیاں کا دست دزد		کسے باور کند گفتارِ خسرو

که دانا باشد و منصف بهر چیز زمینها یک بیک بیده به تمیز
سخن کز هند و از روم افتدش پیش سوے انصاف گیرد نے سوے خویش
زبے انصاف نتوان یافت ایں کام که عمیا بصره را گوید به از شام
وگر کس سوے خود گردد حجت گیر نهد کم نغز کِ مارا ز انجیر
به از من خود نیارد بود وصاف که من حجت مرایم او زند لاف
سه گویند هند و همچنین ست سوادِ اعظمِ عالم همین ست
بهشتے فرض کن هندوستان را کز انجا نسبت ست ایں بوستان را
وگرنه آدم و طاؤس زانجاے کجا اینجا شدندے منزل آرائے
اگر دعوی کنی بارے چنیں کن بحجت موم خود را نگیں کن

ہندوستاں کے پھول | قصرِ شاہی کے پائیں باغ کی تعریف کے سلسلہ میں چند مشہور پھولوں کا ذکر کرکے ہندوستانی پھولوں کو خصوصیت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اس ضمن میں قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ ہر ایک پھول کی تعریف میں شاعری کے ساتھ واقعیت کا پہلو ہاتھ سے نہیں جانے پاتا۔

گل کوزہ اور صد برگ :-

زگلہائے ترِ ہندوستاں ہم شدہ سرگشتہ باد بوستاں ہم
بتری آب را در کوزہ کردہ لطافت آب ازو دریوزہ کردہ
گلِ صد برگ را خوبی ز حد بیش نمودہ صد ورق دیباچۂ خویش

بسانِ دفترِ شیرازہ بستہ — زہر برگش سرِ شکِ شیر جستہ

پھر فرماتے ہیں کہ اگرچہ دونوں نام پارسی ہیں لیکن یہ پھول ہندی نژاد ہیں اور اس دعویٰ کو دلیل سے ثابت کرتے ہیں ؎

اگرچہ پارسی نامند اینہا — ولے در ہند زادند از زمینہا
گر ایں گل در دیارِ پارسی زاد — چرا زو نیست در گفتارِ شاں یاد
ہم ایں لشکر دریں صحرا برآمد — ہم ایشاں را علم اینجا برآمد

بیل اور جوہی سے

ازیں سو بیل پیشانی کشادہ — بیک گل ہفت گل برہم نہادہ
وزاں سو دلربائے عاشقاں جاے — ہمہ تن بہرِ دلہا راشدہ جاے

کیوڑہ سے

بخوبی کیوڑہ چادر لطافش — سنانِ نقرہ در مینا غلافش
صبا ہر گل کہ کردہ ہم عنانش — سپر افگندہ از نوکِ سنانش
ز بویش حلۂ خوباں معطر — دو سالہ خشک و بویش ہمچناں تر
ہراں جامہ کہ از وے بو گرفتہ — دریدہ جامہ و بویش نرفتہ

رائے چمپا سے

دگر آں رائے چمپا شاہِ گلہا — کہ بویش مشکبار آمد چو ملہا
چو معشوقِ سمنبر نازپرورد — ولے رنگش چو روئے عاشقاں زرد

چو پیکانِ زر رو بدریده آسان　　به پیکان صفتِ گلهای خراسان
بروغن پرورندش بهرِ سرها　　که سر از مشکِ ترگیرد اثرها

مولسری سے

دگر ما دلسری کش طرفه نامے　　برنگِ طرفه مروارید فامے
بهیئت چست و برگش خرد و باریک　　بهر جیب و بدلها نیک نزدیک
پرندش شهر شهر ارچه بود خشک　　چنین گل کم بگیرد از نافهٔ مشک
بسویش بسکه دلها گشته مائل　　شده در گردنِ خوبان حمائل

دونه سے

دگر دونه که آن ریحانِ هندست　　زتری بوش درخوردِ پسندست
سپرغم رنگ و برگش اسپرغم　　غلامِ او شده شاهِ سپرغم

کرنه سے

دگر کرنه که چون زو جست بوئے　　معطر گردد از یک خانه کوئے
بسوده مشک و بویش نام کرده　　زبو از بهرِ دلها دام کرده

سیوتی سے

چو پیکانِ هلیله سیوتی خرد　　که جانها بهرِ آن پیکان هوس برد
زعشقِ بوئے او جان داده زنبور　　نگشته بعدِ مردن نیز ازو دور
همه خوبانش عاشق وار جویان　　که معشوقیست نزدِ خوبرویان

ہندوستانی پھولوں کی وجوہِ ترجیح خراسانی پھولوں پر ہے

چہ بینی ارغوان و لالہ خنداں — کہ رنگے ہست و بوئے نیست چنداں
گلِ نارا بہ ہندی نام زشت ست — وگرنہ ہر گلے باغِ بہشت ست
گر ایں گل خاستے در روم یا شام — کہ بودی پارسی یا تازیش نام
شدی معلوم تا مرغانِ آں بوم — چہ ساں غلغل زدندے در ری و روم
کدامی گل چنیں باشد کہ سالے — دہ بود ور ماندہ از نہالے

حسینانِ ہند کی ترجیح حسینانِ عالم پر

پھولوں کی بحث کو ختم کر کے فرماتے ہیں کہ جس طرح ہندوستان کے پھول دیگر ممالک کے پھولوں پر فوقیت رکھتے ہیں اسی طرح ہندوستان کے حسین خوبانِ عالم پر تمام صفاتِ حسن میں فایق ہیں۔ اِس سلسلہ میں مصر، روم، قندھار، سمرقند، خطا، ختن، یغما اور خلخ جو حسن خیز سمجھے جاتے ہیں سب ہی کو لے ڈالا ہے

بیانِ ہند را نسبت ہمیں ست — بہر یک موئے شاں صد ملکِ چین ست
چہ گیری نام از یغما و خلخ — کہ غالب تیز چشم اند و ترش رخ
چہ یاد آری سپید و سرخ رارے — چو گلہائے خراساں تنگ بے بوے
دگر پرسی خبر از روم و مازرس — ازیشاں نیست تا پیدا بہ دولس
سپید و سرد ہمچو کندۂ یخ — کزیشاں دم خورد خاتونِ دوزخ
لبِ تاتار خود خنداں نباشد — ختن را خود نمک چنداں نباشد

سمرقندی و بخارا ز قندھار زند | بجز نظامے ز شیریں ندارند
مصر و روم ہم سیمیں خد انند | وے چستی و چالاکی نہ انند

حضرت امیر خسروؒ کے کلام میں جو گوناگوں خوبیاں ہیں اُن کا استیعاب میرے لیے ناممکن ہی جو کچھ میں نے کہا بلا مبالغہ سمندر میں سے ایک قطرہ یا بیابان سے ایک ذرہ ہی۔

جس قدر صنایع و بدایع علماے معانی و بیان نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں اُن میں سے غالباً ہر ایک اہم صنعت کی مثال اس مثنوی میں مل سکتی ہی اگر اس مضمون کی تفصیل کی جاے تو یہ بیان بہت طویل ہو جاے گا۔ اس لیے میں یہیں ختم کرتا ہوں۔

خاکسار

رشید احمد انصاری

مدرسۃ العلوم علی گڑھ:

دسمبر ۱۹۱۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

این صحیفهٔ عشق که هر حرفِ سطرش از زلف لیلی زنجیر مجنون
می جنباند و هر سخنِ شیرینش در شگافتنِ دلهائے سنگین تیشهٔ فرهاد
را ماند بنام دول رانی و خضر خاں نوشته آمد

یمن فی العشقِ مات و حیّ فیه

سر نامه بنام آں خداوند — که دلها را بخوباں داد پیوند
ز عشق آراست لوحِ آب و گل را — بداں جاں زندگی بخشید دل را
ز کاف و نوں که رمزِ مشکل است آں — یکے نقطه بروں داد و دل ست آں
ز زلف و رُخ بتاں را روز و شب داد — وزاں نظاره جانها را طرب داد
قلم را داد سودائے الٰہی — که بنوشت ایں سپیدی و سیاہی
طبایع را بمرکز کرد مائل — فلک را ساخت در گردش حمائل
منقّش نطع ایں پیروزه گلشن — به گلرویانِ انجم کرد روشن

۲- عنوان کی یہ عبارت اکثر نسخوں میں نہیں پائی گئی- صرف نسخہ ح ۲؎ اور حج میں درج ہے-
ایضاً و زنجیر حج ح - زنجیر ۲؎ ۳ ''نوشته آمد'' اور اس کے بعد کی عربی عبارت نسخہ ۲؎ میں نہیں ہے-
۸- کاف و نون ۲؎ حج ۶ - کاف کن ۶ ایضاً بروں داده ۶ ۱۲- فیروزه ۶ ۲؎ حج

دگر آراست بہر انس و جاں را — بیک خورشید و یک مہ آسماں را
زمیں را نیز داد از صُنع جا دید — ز خوباں صد ہزاراں ماہ و خورشید
جمالِ نیکواں بز دو دزاں ساں — کہ بتواں دید در وی صورتِ جاں
قصب پوشانِ شیریں کرد پرکار — بسانِ نے شکر در نے شکر زار
بتانِ چین و خوبانِ طرازی — پدید آورد بہرِ عشق بازی
کرشمہ داد چشمِ نیکواں را — شکارِ شیر فرمود آہواں را
مسلسل کرد زلفِ ماہ رویاں — مشوّش روزگارِ مہر جویاں
چناں بنگاشت گیسوئے گرہ گیر — کہ نتواں داشت دلہا را بہ زنجیر
زہے نقاشِ صورت ہائے زیبا — کہ پشتِ خاک از و شد روئے دیبا
طبقہائے فلک را گوہر آمائے — نمطہائے زمیں را زیور آرائے
نمک بخشِ دہن ہائے شکر خند — حلاوت پرورِ لبہائے چوں قند
بیارا ید بہر وارید گل پوش — عروسانِ چمن را گردن و گوش
نہد در صبح مہری کاندر افلاک — برسمِ عاشقاں دامن کند چاک
رخِ دلبر کند نازک بداں آب — کہ ماہش را رسد سیلی ز مہتاب
دہد مشتاق را آں سخت جانی — کہ واند کندن جاں زندگانی

۸- بتواں حر ر   ۹- صد دیبا ر ع۲
۱۰- تقتہائے فلک ر ح۳ / نقطہائے فلک حج = طبقہائے فلک ع ع۲ د
۱۳- زند چاک ع   ۱۴- بدان آب حر د = تر از آب ع۲ ح۲ = بدان آب ع

ز ہستی ہرچہ دارد صورتِ بود　　ز سرِ عشق کرد آں جملہ موجود
بآدم داد شمعِ روشنائی　　نہاد ابلیس را داغِ جدائی
چو بر نوح از تفِ غیرت زند برق　　بطوفاں مردمِ چشمش کند غرق
بنوری بخشد ابراہیم را راہ　　کہ در چشمش نیاید انجم و ماہ
چو خواہد عینِ یعقوب از پسر نور　　ز عینش قرۃ العینش کند دور
کند بر موسیٰ آں راز آشکارا　　کہ تابِ آں نیارد کوہِ خارا
یکے را بر گلو راند پلارک　　یکے را ارّہ بر بالائے تارک
چو تابِ مہر بر روح اللہ افشاند　　ز مہر و دوستی جانِ خودش خواند
چو مہرش زد بزلفِ مصطفےٰ دست　　چناں صد جاں بتارِ موئے او بست
جمالی داد احمد را بدرگاہ　　کہ چاک افتاد زاں در سینۂ ماہ
بیارانش ہم از دل چاشنی داد　　ز سوز آں شمعہا را روشنی داد
بامت ہم رسید آں شعلۂ شوق　　کہ چوں پروانہ جاں دادند از ذوق
ہمو راند ز در نامقبلاں را　　ہمو خواند بخود صاحب دلاں را
گہے بخشد جنیدی را کلاہے　　کہ تنہا ز اہلِ دل باشد سپاہے
گہے از ہم رباید حبلِ عقیلہ　　دہد از خیلِ حبُّ اللہ طویلہ
گہے باشبلے آں ہمت کند ضم　　کہ صیدِ خویش نہ پسندد دو عالم

۶ - سنگ خارا ع۱ - کوہ خارا ع۲ ع۳ ح ۷ - دگر را ارہ ع ۸ - نورِ مسیح ح۲ د ع۱
۱۵ - جبل حب اللہ ح ع۱ - جبل جبل اللہ ۱، خیل حب اللہ ع۲ ع۳ ع۴ - خیل حب اللہ د

گهی در پیش شاذروان اسرار | نماید جلوهٔ منصور بردار
همو داند که این راز نهان چیست | چه داند مردم گم گشته کان چیست
تماشای ضمیر راز دانان | مراد سینه های پاک جانان
برون از هر تنی کش گل توان گفت | درون در هر دلی کش دل توان گفت
زلیخا او بدفتر زد رقم را | همو پرداخت از مجنون قلم را
چنان بخشد به خسرو شربت کام | که از شیرین و شکر خوش کند کام
کند فرهاد را روزی چنان تنگ | که میرد سنگ بر دل در دل سنگ
نه جرمی دارد آن کو کام کم یافت | نه کاری بیش کرد آن کین کرم یافت
نوشته بر سر ما یفعل الله | چرا و چون کجا گنجد درین راه
هر آنچه او کرد گر خوب است و گر زشت | خردمند آن همه جز خوب ننوشت
اگر در نیست رو داری مخور غم | که چون هستی است می بایست آنهم
از آن شد گنج رازش نیستی سنج | که نقد نیستی هم دارد آن گنج
ازو دان هرچه هست از هست و ز نیست | که هست و نیست کن جزوی دگر نیست
هر آن جوهر کش از هستی نشان است | همه حاصل ز کان کن فکان است

۴ - درون هر دلی ح ع۲ حج ۵ - برداشت ت۲

۷ - میرد س ن۲ ت۲ ع۲ = میرد حج ایضاً در دل ت۱ ، بر دل ع۲ حج = از دل سنگ ع۲ = در دل سنگ ت۱ ت۲ حج - با دل تنگ ع۲ ۱۰ - ور زشت ع۲

۱۴ - که از ع۲ حج = کش از ت۲ ایضاً بجای س ت۲ ع۲